مہر کا فلسفہ اور اسکے احکام

از:- مولانا شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور

قسط نمبر ۲

ازواجِ مطہرات کا مہر:

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ اور جیساکہ تفصیل گزر چکی ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس حساب سے ساڑھے بارہ اوقیہ کا مطلب ہوا پانچ سو درہم۔ یعنی موجودہ حساب سے تقریباً سوا کلو چاندی جس کی قیمت آجکل نو ہزار روپیوں کے قریب بنتی ہے۔

کان صداقه لازواجه ثنتی عشرة اوقیةً ونشاً: حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔[116]

اس باب میں صرف حضرت ام حبیبہؓ کا استثناء ہے، جن کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ لیکن اسے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنی طرف سے ادا کیا تھا۔

عن ام حبیبة انها کانت تحت عبید الله بن جحش، فمات بارض الحبشة فزوّجها النجاشی النبی صلی الله علیه وسلم وامهرها عنه اربعة آلاف وبعث بها رسول الله صلی الله علیه وسلم مع شرحبیل بن حسنة:

---

[116] مسلم ۲/۱۰۴۲، ابوداؤد ۲/۵۸۲، مستدرک حاکم ۲/۱۸۱، نسائی ۶/۱۱۷، ابن ماجہ ۱/۶۰۷، دارمی ۲/۱۴۱، السنن کبریٰ ۷/۲۳۴۔

حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے کہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے) عبیداللہ کی منکوحہ تھیں، جن کا سرزمین حبشہ میں (ہجرت کے موقع پر) انتقال ہوگیا تو ان کا نکاح نجاشی (حبشہ کے عیسائی بادشاہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا اور انہیں بطور مہر چار ہزار درہم اپنی طرف سے ادا کئے۔ پھر انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرجیل بن حسنہ کے ساتھ (مدینہ منورہ) بھیج دیا۔[117]

ما اصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احداً من نسائہ ولا بناتہ فوق اثنی عشر وقیۃ الا ام حبیبۃ، فان النجاشی زوجہ ایاھا وامھرھا اربعۃ آلاف و نقد عنہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں میں سے کسی کا مہر بھی بارہ اُوقیہ سے زیادہ نہیں باندھا سوائے امّ حبیبہؓ کے۔ کیونکہ نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرکے چار ہزار (درہم) اپنی طرف سے نقد ادا کر دیئے تھے۔[118]

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مہر میں ایک زرہ دی تھی جس کی قیمت چارسو درہم تھی۔

ما ثمنھا الا اربع مائۃ درھم: جس کی قیمت صرف چارسو درہم تھی۔[119]

مگر بعض روایات کے مطابق اس زرہ کی قیمت چارسو اسی (۴۸۰) درہم تھی۔[120]

یہ ایک معیاری مہر ہے جو متوسط اور خوشحال طبقے کے لئے قابل عمل ہوسکتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ مہر میں ایک تو شوہر کی مالی و اقتصادی حالت کا بھی اعتبار کرنا پڑتا ہے اور دوسرے یہ کہ طرفین جتنے پر بھی راضی ہو جائیں وہ صحیح ہو جائے گا۔

---

[117] ابوداؤد نکاح ۲/۵۸۳، نسائی نکاح ۶/۱۱۹، مستدرک نکاح ۲/۱۸۱
الفتح الربانی نکاح ۱۶/۱۷۰، جامع الأصول ۱۱/۴۱۳۔

[118] سنن کبریٰ کتاب النکاح، از بیہقی: ۷/۲۳۴

[119] سنن کبریٰ: ۷/۲۳۵، نیز ملاحظہ ہو مجمع الزوائد: ۴/۲۸۳

[120] ابوداؤد ۲/۵۸۳، ترمذی ۳/۴۲۳، نسائی ۶/۱۱۷۔

زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں!

شریعت نے اگرچہ زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مگر پھر بھی بہت زیادہ مہر مقرر کرنا کسی کے لئے فخر کی بات نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! عورتوں کے مہر میں مبالغہ مت کرو۔ کیونکہ اگر یہ چیز دنیوی اعتبار سے قابل فخر یا تقویٰ کی کوئی بات ہوتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہوتے۔ جبکہ آپ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ اور کسی بھی صاحبزادی کا مہر چارسو اسی درہم سے زیادہ مقرر نہیں کیا۔[۱۲]

اسی طرح ایک اور مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم عورتوں کے مہر میں مبالغہ مت کرو۔ پھر فرمایا کہ دیکھو اگر مجھے تمہارے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہر باندھا ہے تو میں زائد رقم اس سے لیکر بیت المال میں داخل کر دوں گا۔ اس پر قریش کی ایک خاتون نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المومنین! اللہ کی کتاب زیادہ قابل اتباع ہے یا آپ کا قول؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب ہی زیادہ قابل اتباع ہے مگر وہ بات کیا ہے؟ اس پر اس خاتون نے کہا کہ ابھی آپ عورتوں کے مہر میں مبالغہ نہ کرنے کی بات کہہ رہے تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا: اور تم ان میں سے کسی ایک کو ایک ڈھیر سا مال بھی اگر دے چکے ہو تو (طلاق کی صورت میں) اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ (نساء: ۲۰)

(اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ عورت کو مہر میں یا تحفے کے طور پر ایک ڈھیر سا مال دینا بھی جائز ہے۔ تو اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا صاف صاف اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ) ہر ایک عمر سے زیادہ فقیہہ (سمجھدار) ہے۔ اس بات کو آپ نے دو تین مرتبہ دہرایا۔ پھر آپ منبر سے نیچے اُتر آئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تم کو عورتوں کا مہر بہت زیادہ باندھنے سے منع کیا تھا

---

[۱۲] ابوداؤد ۲/ ۵۸۳، ترمذی ۳/ ۴۲۳، نسائی ۶/ ۱۱۷۔

تو اب سمجھ لو کہ اب ہر شخص اس معاملہ میں آزاد ہے کہ جو چاہے کرے۔[۱۲۲]

ایک اور مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں اس ارادہ سے نکلا تھا کہ تم لوگوں کو مہر کی زیادتی سے منع کروں، یہاں تک کہ یہ آیت (اوپر مذکورشدہ) میرے سامنے آگئی۔ (تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے)۔[۱۲۳]

اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ملک فارس و عراق اور شام و مصر کی فتوحات کے باعث مسلمان بہت مالدار ہوگئے تھے اور ان کا غربت و افلاس ختم ہوگیا تھا اس لئے وہ اظہار امارت کے طور پر عورتوں کے مہر بھی بہت زیادہ باندھنے لگ گئے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

ابن سیرینؒ (تابعی) سے مروی ہے کہ امام حسنؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا تو انکے پاس سو لونڈیاں بھیجیں اور ہر لونڈی کے ہمراہ ایک ہزار درہم تھے۔[۱۲۴]

حضرت انس بن مالکؓ نے ایک عورت سے بیس ہزار (درہم) کے عوض نکاح کیا۔[۱۲۵]

اور علامہ عینیؒ نے ابوالفرج اُموی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ مُصعب بن زبیر نے عائشہ بنت طلحہ سے دس لاکھ درہم کے عوض نکاح کیا۔ اور خود حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علیؓ و بطور مہر چالیس ہزار (درہم) ادا کئے۔[۱۲۶]

حاصل بحث یہ کہ اسلامی شریعت نے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں

---

[۱۲۲] سنن سعید بن منصور ۱/۱۵۳، سنن کبریٰ ۷/۲۳۳، ابویعلی، مجمع الزوائد ۴/۲۸۴۔

[۱۲۳] سنن کبریٰ ۷/۲۳۳، سنن سعید بن منصور ۱/۱۵۳۔۱۵۴۔

[۱۲۴] رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ۴/۲۸۴۔

[۱۲۵] سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب النکاح، ۷/۲۳۳۔

[۱۲۶] دیکھئے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، از بدرالدین عینی: ۲۰/۱۳۷۔

کی۔ بلکہ یہ بات مردوں کی مالی و اقتصادی حالت پر منحصر ہے۔ اور طرفین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے حالات کے مطابق اسے آپس کی رضامندی سے طے کریں۔ مگر ایسا کوئی بھی مہر جو مرد کی مالی و اقتصادی حالت کو دیکھتے ہوئے اس کی طاقت و استطاعت سے باہر ہو سخت ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ اسے ادا نہ کر سکنے کی صورت میں مرد گنہگار ہوگا۔ شریعت میں اگرچہ مہر تاخیر سے ادا کرنے کی بھی اجازت موجود ہے مگر زیادہ بہتر اور پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ عورت کا مہر شبِ زفاف یعنی وصال سے پہلے ہی ادا کر دیا جائے اور بعض حدیثوں میں تاکید کیا ہے کہ عورتوں سے لطف صحبت اپنے بہترین اموال کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔

اِسْتَحِلُّوا فُرُوْجَ النِّسَاءِ بِاَطْيَبِ اَمْوَالِكُمْ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے بہترین مال کے ذریعہ حلال کرو۔[127]

مہر پیشگی ادا کرنے کی تاکید:

مہر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مہر مُعجّل، یعنی پیشگی ادا کیا جانے والا۔ (۲) اور مہر مؤجّل، یعنی کچھ مہلت اور تاخیر کے ساتھ ادا کیا جانے والا۔ مگر اس کی مدت متعین ہونی چاہیئے یعنی نکاح کے وقت اس کی صراحت ہونی چاہیئے کہ مہر مُعجّل ہے یا مؤجّل؟ اور اگر مؤجل ہے تو وہ کتنی مدت میں ادا کیا جائے گا؟ یہ نہیں کہ بغیر صراحت کے مہر تو باندھ لیا مگر ادائیگی کی نوبت ہی نہ آئی۔ ایسا کرنا اسلامی قانون کی رو سے سخت گناہ کی بات ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس بات کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ عورت کا مہر جہاں تک ہوسکے نکاح کے موقع پر پیشگی ادا کر دیا جائے۔ کیونکہ مہر اصلاً عورت کی فرج کو حلال کیئے جانے کا صلہ ہے، جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث پچھلے صفحات میں گذر چکی۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند تاکیدی حدیثیں ملاحظہ

---

۱۲۷ رواہ الدارقطنی [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا نکاح کرنے سے پہلے ان سے پوچھا کہ مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اس پر آپ نے فرمایا:

اذهب فاطلب ولو خاتما من حديد: جاؤ اور کچھ تلاش کرو اگرچہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ [128]

عن ابن عباس قال: لما تزوج علي فاطمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطها شيئاً. قال ما عندي شئ. قال: اين درعك الحطمية؟

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ کو (بطور مہر) کوئی چیز دو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری حطمی زرہ کیا ہوئی؟ [129]

ایک دوسری روایت میں اس پر اتنا اضافہ اور ہے:

فاين درعك الحطمية التي اعطيتك يوم كذا وكذا؟ قال هي عندي قال فاعطها اياه: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ حطمی زرہ کیا ہوئی جو میں نے تمہیں فلاں دن دی تھی؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ وہ میرے پاس موجود ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کو وہی (بطور مہر) دے دو۔ [130]

فقومت الدرع اربع مائة وثمانين درهماً: اس زرہ کی قیمت کا اندازہ چار سو اسی درہم لگایا گیا۔ [131]

---

[128] بخاری کتاب النکاح: ۶/۱۳۸۔

[129] ابو داؤد کتاب النکاح: ۲/۵۹۶، بلوغ المرام ص ۲۱۵۔

[130] الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ۱۶/۱۷۴، سنن سعید بن منصور ۱/۱۵۴۔

[131] رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر: مجمع الزوائد ۴/۲۸۳۔

اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کا مسلک یہ تھا کہ وہ منکوحہ عورت کو بطور پیشگی کچھ مہر دیئے بغیر اس سے صحبت کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اس مسئلہ میں آپ سے مروی ہے:

عن ابن عباس انه یکره ان یدخل بامراته حتّٰی یعطیها شیئاً: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ کو کوئی چیز دیئے بغیر اس سے صحبت کرے۔[۱۳۲]

عن ابن عباس انه سئل عن رجل تزوّج امراۃً فرض لها، هل له ان یدخل بها ولم یعطها شیئاً: قال لا یدخل بها حتّٰی یعطیها ولو نعلیه:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر بھی مقرر کر دیا۔ تو کیا وہ اسے کوئی چیز (مہر کا کچھ حصہ) دیئے بغیر اس سے مجامعت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے کچھ نہ کچھ نہ دے دے، اگر چہ اپنی جوتیاں ہی سہی۔[۱۳۳] اور اس سلسلہ میں بعض تابعین اتنی سختی برتتے تھے کہ مہر دیئے بغیر عورت کو چھونا بھی جائز نہیں تصور کرتے تھے۔ فلا یمسّها حتّٰی یرسل الیها بصداق او فریضۃ: جب تک کہ شوہر مہر نہ دیدے بیوی کو چھو نہیں سکتا۔[۱۳۴]

ان روایات کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی عورتوں کا پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ پیشگی ادا کر دیا کریں۔ اور مہر مؤجل (تاخیر سے ادا کیا جانے والا) ہر ممکن طریقے سے اسے جلد سے جلد ادا کر کے اپنے شرعی فرض سے عہدہ برآ ہو جائیں۔ مگر آجکل اس سلسلے میں حد درجہ کوتاہی برتتے ہوئے غیر ضروری رسوم میں خوب روپیہ لٹایا جاتا ہے مگر ایک فرض کی ادائیگی میں غفلت برتی جاتی ہے۔ جبکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ غیر شرعی رسوم

---

۱۳۲ سنن سعید بن منصور: ۱/ ۱۸۹

۱۳۳ ابن جریر، منقول کنز العمال: ۱۶/ ۵۴۰

۱۳۴ مصنف عبد الرزاق: ۶/ ۱۸۱

وخرافات کو ترک کرکے پہلے فرائض و واجبات کی ادائیگی پر زور دیا جائے۔

عورت جب چاہے مہر طلب کر سکتی ہے!

واضح رہے مہر معجّل (وہ مہر جو فوری طور پر ادا کیا جانا طے ہوا ہو) اگر ادا نہ کیا جائے یا اسکی مدت بھی مقرر نہ ہو تو عورت کو اختیار رہے گا کہ وہ شوہر سے جب چاہے اپنے مہر کا مطالبہ کرے۔ اور اسے یہ بھی اختیار رہے گا کہ وہ اپنا مہر حاصل کئے بغیر اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرنے سے انکار کردے۔ مگر اس صورت میں شوہر ناراض ہوکر یا طیش میں آکر اس کا نفقہ (خرچہ) بند نہیں کرسکتا۔ کیونکہ نفقہ کا مہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ نفقہ صرف عورت کی نافرمانی کیوجہ سے بند کیا جاسکتا ہے۔ لیکن عورت کو اپنے مہر کا مطالبہ کرنا نافرمانی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ مہر عورت کا وہ حق ہے جسے شریعت نے اس کے تحفّظ کی خاطر مقرر کیا ہے۔ اس لحاظ سے مسئلۂ ہذا میں وہ صرف اپنے حق کا مطالبہ کررہی ہے نہ کہ شوہر کی نافرمانی۔ چنانچہ اس مسئلہ میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ:

"شوہر اگر مہر ادا کردے تو وہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لے جاسکتا ہے۔ اگر عورت اپنے پورے مہر کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے گھر میں رک جائے تب بھی وہ نفقہ کی مستحق ہوگی کیونکہ وہ اپنے حق کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔"[۱۳۵]

اور صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں:

وَاِنِ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِیْمِ نَفْسِهَا حَتّٰی یُعْطِیْهَا مَهْرَهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ، اگر بیوی اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرنے سے روک لے، جب تک کہ وہ اس کا مہر ادا نہ کردے تو وہ نفقہ کی مستحق رہے گی۔[۱۳۶]

---

۱۳۵ کتاب النفقات از خصّاف، مطبوعہ حیدر آباد۔

۱۳۶ ہدایہ اولین باب النفقہ، ص ۴۱۷، مطبوعہ دہلی۔

اس کی مزید وضاحت دُرِّ مختار میں اس طرح ملتی ہے کہ عورت کو حق حاصل رہتا ہے کہ وہ اپنا مہر وصول کرنے تک شوہر کو جنسی تعلق اور بوس و کنار سے بھی روکے اور اس کے ساتھ سفر کرنے سے بھی انکار کردے۔

ونہا منعہ من الوطی و دواعیہ والسفر بہا۔[137]

اور اگر شوہر مہر معجّل (فوری طور پر ادا کیا جانے والا) ادا نہ کرے تو اس کے حاصل ہونے تک عورت کو اپنے اعزّہ سے ملنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جانے کا حق حاصل رہے گا۔

ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجّل۔[138]

مہر کے تذکرہ کے بغیر بھی نکاح صحیح؛

اوپر جو مسائل بیان کئے گئے وہ مہر پہلے سے مقرر کئے جانے کے سلسلے میں تھے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ اگر کسی نے مہر مقرر کئے بغیر یا اس کا تذکرہ کئے بغیر نکاح کرلیا تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟ آیا مہر اس صورت میں ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں از روئے قرآن اگر کسی نے مہر مقرر کئے بغیر بھی نکاح کرلیا تو اس صورت میں نکاح تو صحیح ہو جائے گا (البقرہ: ۲۳۶) مگر اس سے مہر ساقط نہیں ہوگا بلکہ واجب رہے گا۔

کیونکہ نکاح کے لفظی معنی جوڑنے کے ہیں جو میاں بیوی کو جوڑنے پر دلالت کرتا ہے۔

اور اس سلسلے میں جو شرعی دلائل موجود ہیں ان کی رو سے مہر واجب ہے، خواہ نکاح کے وقت اس کا تذکرہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔[139]

اب اس مسئلہ میں تین صورتیں ہو جائیں گی، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

---

[137] درمختار برحاشیہ ردّ المحتار: ۲/۳۸۸، مطبوعہ کوئٹہ۔

[138] ایضاً، ۲/۳۹۰

[139] ماخوذ از ہدایہ مع فتح القدیر: ۳/۲۰۴، مطبوعہ پاکستان۔

(۱) اگر نکاح کے بعد خدانخواستہ کسی وجہ سے صحبت سے پہلے طلاق ہو جائے تو قرآن حکیم کی تصریح کے مطابق اس صورت میں "متعۂ طلاق" یعنی طلاق کا تحفہ دینا پڑے گا۔ جیسا کہ حسبِ ذیل آیت سے اس کا حکم ثابت ہوتا ہے ۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ

اور تم (کسی وجہ سے) عورتوں کو ہاتھ لگانے (یعنی صحبت کرنے) اور مہر ٹھہرانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے ۔ اس صورت میں ان کو کچھ تحفہ دو۔ امیر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے مطابق دے گا۔ (البقرہ: ۲۳۶)

اس صورت میں عورت کو تحفہ (متعۂ طلاق) دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ایک جوڑا کپڑے (کرتہ، پائجامہ اور اوڑھنی) دے دیئے جائیں۔ جیسا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت (عمرہ بنت الجون) کو بطور متعہ تین کپڑے عطا فرمائے تھے۔ [۱۴۰]

(۲) اگر نکاح کے بعد عورت سے صحبت کی جا چکی ہو تو اس صورت میں پورا "مہر مثل" واجب ہو جائے گا۔ اور مہر مثل اس مہر کو کہتے ہیں جو عورت کے خاندان میں رائج ہو۔ خاص کر اس کی سگی یا چچا زاد بہنوں یا پھوپیوں کا جو مہر ہو۔

(۳) اگر مہر مقرر نہیں تھا اور نکاح کے بعد صحبت بھی نہیں ہوئی تھی کہ خاوند کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل حدیثوں میں اس طرح آئی ہے :

عن عبد اللہ فی رجل تزوّج امرأۃً فمات عنہا ولم یدخل بہا ولم یفرض لہا (الصّداق). فقال: لہا الصّداق کاملاً، وعلیہا العدّۃ، ولہا المیراث. فقال معقل بن سنان: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قضی بہ فی بروع بنتِ واشق:

---

[۱۴۰] دیکھئے سنن ابن ماجہ باب متعۃ الطلاق: ۱/۶۵۷، دار الفکر بیروت۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا مگر اس سے صحبت نہیں کی تھی اور مہر بھی مقرر نہیں تھا کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کو پورا مہر (مثل) ملے گا۔ وہ عدت بھی گزارے گی اور اسے شوہر کے ترکے میں حصہ بھی ملے گا۔ اس پر معقل بن سنانؓ (ایک صحابی) نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بروع بنت واشق کے بارے میں اسی قسم کا فیصلہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ [۱۴۱]

اور ایک روایت کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ منکوحہ عورت کو پیشگی کچھ دیئے بغیر شب زفاف منانا بھی جائز ہے (اگرچہ یہ چیز پسندیدہ ہے)

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہا ان تدخل علی رجل امرأتہ قبل ان یعطیہا شیئاً:

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ایک شخص کے پاس اُس کی بیوی کو (مہر میں پیشگی) کچھ دینے سے پہلے پہنچا دیں۔ [۱۴۲]

(باقی آئندہ)

---

۱۴۱ ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۵۸۸، ترمذی نکاح ۳/۴۵۰، نسائی نکاح ۶/۱۲۱
ابن ماجہ نکاح ۱/۶۰۹، مستدرک حاکم نکاح ۲/۱۸۰، مسند احمد ۴/۲۸۰۔

۱۴۲ ابن ماجہ کتاب النکاح: ۱/۶۴۱۔